NAQI-04

سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ (نمبر ۱۳۳)

توحید

(دوسرا ایڈیشن)

ازافادات

سرکار سید العلماء مدظلہ

سرفراز قومی پریس لکھنؤ

محصول نئے پیسے

قیمت ۱۳ نئے پیسے

MAAB 1431
maablib.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وآلہ الطاہرین۔

توحید

تمام کائنات کے ایک اکیلے خالق کی ذات کو اس کی شایانِ شان کے ساتھ ماننے کا نام "توحید" ہے۔

ایک وقت تھا جب دنیا معبودوں کی کثرت پر نازاں تھی مگر اسلام ہمیشہ سے اس کی وحدت کا علمبردار رہا اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰؐ نے اس وحدت کا پرچار کچھ اتنی شدت و قوت کے ساتھ کیا کہ آج دنیا کے مذاہب کسی نہ کسی شکل میں موحّد ہونے کے دعویدار ہیں۔ اگرچہ حقیقی توحید اب بھی اُس حقیقی اسلام ہی کے ساتھ مخصوص ہے جس کی اہلبیتؑ رسولؐ نے جو اُن کے حقیقی جانشین تھے تعلیم دی ہے۔

خالق کا وجود

ہر نقش اپنے نقاش کا، ہر تصنیف اپنے مصنف کا، اور

maablib.org

ہر عمارت اپنے معمار کا پتہ دیتی ہے اسی طرح اس کائنات عالم کا ہر ذرہ اس کا گواہ ہے کہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔

اسے ایک معمولی دماغ والا بچہ اور سطحی نگاہ رکھنے والا جاہل اپنی زبان میں سمجھ سکتا ہے اور اسی کو ایک فلسفی اپنی علمی اصطلاحات سے ثابت کرتا ہے جو عوام کو ایک پیچیدہ مسئلہ معلوم ہونے لگتی ہیں مگر بات یہی ایک ہے کہ اثر بغیر مؤثر کے نہیں ہوتا اور صنعت بغیر صناع کے وجود میں نہیں آسکتی لہذا یہ کائنات بغیر کسی خالق کے نہیں ہو سکتی۔

خالق اور اس کی ہستی

"ہم" اور "ہماری ہستی" الگ الگ ہیں اسی لیے ہم میں "نیستی" کا گزر ہے اور ہم کو "ہست" بنانے کے لیے خالق کی ضرورت ہے ایسے ہی "عالم امکان" کی تمام کائنات ہے اور یہی اس کے احتیاج کا راز ہے۔ اگر خالق بھی ایسا ہی ہوا کہ اس کی ذات اور اس کی ہستی الگ الگ ہوں تو پھر اس میں بھی نیستی کا گزر ہوگا اور وہ خود اسی عالم امکاں کا ایک جزو ہو جائے گا لہذا اس سب کا خالق نہ ہو سکے گا۔

وہ سب کا خالق ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ اس کی ذات سراسر
ہستی ہے اور اس پر نیستی کا گزر نہیں ہے۔
اسی کو علمی اصطلاح میں یوں کہتے ہیں کہ وہ "واجب الوجود"
ہے اُس کے علاوہ جتنی کائنات ہے اُن سب کو "ممکنات" کہتے ہیں۔
ممکنات سب اپنے وجود میں خالق کے محتاج ہیں اور خالق "واجب
الوجود" ہے اس لیے وہ ذاتاً بے نیاز ہے کسی شے کا محتاج نہیں ہے۔

صفات ثبوتیہ وسلبیہ

یاد رکھنا چاہیے کہ جتنی برائیاں، جتنے نقائص اور جتنے عیوب
ہوتے ہیں وہ سب "نیستی" کے تحت میں داخل ہیں۔ ہم میں نیستی کا
گزر ہے اس لیے ہم میں نقائص کا دور دورہ ہے۔ ہستی ہماری
اپنی نہیں، یہی سب سے بڑا نقص ہے جس سے تمام خرابیاں
پیدا ہوتی ہیں۔ جتنا درجہ "ہستی" کا ہماری بلند ہوتا ہے اتنے ہی
خوبیاں اور کمالات ہمارے لیے حاصل ہو سکتے ہیں۔ خالق کی ذات
سراسر ہستی ہی ہستی ہے اس لیے وہ ذاتاً کامل ہے اس میں نقائص کا
گزر نہیں۔ پس یہی اس کے صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کا ماحصل ہے۔
اس کے یہاں ذات کے علاوہ صفات کا تصور نہیں ہے۔

قدیم، ازلی، ابدی اور سرمدی

عالم امکاں کی ہر شے سے ہستی الگ چیز ہے اس لیے وہ
اس سے پہلے بھی جدا تھی اور بعد میں بھی جدا ہو سکتی ہے۔ اسی
سے اُس کو "حادث" اور "فانی" کہتے ہیں۔
خالق کی ذات سے ہستی الگ نہیں لہذا وہ اس سے نہ
پہلے کبھی جدا تھی اور نہ بعد کو کبھی جدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے
وہ قدیم اور ازلی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے۔ اور باقی و ابدی
ہے یعنی ہمیشہ رہے گا۔ ازلی اور ابدی دونوں کے مجموعہ کو (یعنی
جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا) دائم و سرمدی کہتے ہیں۔

قادر

قدرت کمال ہے اور عاجزی نقص ہے خاق کی ذات
تمام نقائص سے دور ہے اس لیے وہ عجز سے بھی بری ہے۔ وہ
ہر شے پر قادر ہے۔
ہاں جو بات صلاحیت وجود رکھتی ہی نہ ہو یعنی عقلاً محال ہو
اس سے قدرت متعلق نہیں ہو سکتی مگر یہ فاعل کا قصور نہیں

inaabilib.org

بلکہ اس شے کا نقص ہے کہ وہ صلاحیت وجود سے محروم ہے۔

عالم

عاجزی ہی کی طرح جہالت نقص ہے اس لئے خالق کی ذات جہل سے بھی بری ہے اور اس کو عالم ماننا ضروری ہے۔

خود اس کے مخلوقات میں علم و شعور کا پایا جانا بھی اس کی دلیل ہے کہ خالق ان کمالات پر حاوی ہے اور اس کی صنعتوں میں بے مثال تناسب نظم، ترتیب اور حکم و مصالح کا لحاظ بھی پتہ دیتا ہے کہ وہ ایک باشعور اور دانا ذات کی کارفرمائی کا نتیجہ ہیں۔

حیّ

علم اور قدرت کے اجتماع ہی سے حیات کا تصور بھی وابستہ ہے۔ "مردہ" وہی ہوگا جو علم اور قدرت سے محروم ہو۔ خالق اس نقص سے بری ہے۔

مرید

نظام کائنات کے مصالح کے علم اور اسی کے مطابق قدرت

کی کارفرمائی کا نام "ارادہ" ہے۔

خالق عالم "علم اور قدرت کا مالک ہے" اس لیے ارادہ کے ساتھ افعال عمل میں لاتا ہے۔

مُدرِک، سمیع و بصیر اور حاضر و ناظر

"ادراک" محسوسات کے علم کا نام ہے اور اسی کے تحت میں سمیع و بصیر ہونا ہے۔ یہ دونوں لفظیں قرآن کریم میں خالق کے لیے صرف ہوئی ہیں۔ یہ بھی علم کے مفہوم میں داخل ہیں۔

جن چیزوں کا علم کسی کو دیکھ یا سُن کر یا کسی ذریعہ سے ہوتا ہے اُن سب چیزوں سے خالق واقف ہے۔

سمیع و بصیر کے یہی معنی ہیں۔ حاضر و ناظر کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ ہمارے تمام حالات سے بغیر ذرائع خبر رسانی کے آگاہ ہے۔

متکلم

وہ جس طرح سب چیزوں کا خالق ہے ویسے ہی جب جس چیز میں چاہتا ہے کلام خلق فرما دیتا ہے جیسے حضرت موسیٰ کے لیے درخت میں کلام پیدا کیا۔ اسی کو متکلم کہتے ہیں۔

maablib.org

صادق

جو کلام اُس کے ارادۂ خاص سے پیدا ہوتا ہے اس کا کوئی جزو خلافِ واقعہ اور غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ایک بُرائی ہو اور اس کی ذات ہر بُرائی سے پاک ہے صادق ہونے کا یہی مطلب ہے۔

احاطہ ممکن نہیں

خالق کے کمالِ ذات کا احاطہ چند اوصاف میں ممکن نہیں مسلمانوں کے ایک فرقہ نے چونکہ ذاتِ الٰہی کے لیے یہ آٹھ صفتیں قرار دی ہیں اور اُنھیں ذات کے علاوہ قدیم مانا ہے اس لیے ضرورت ہوئی کہ ان اوصاف کا عنوان قرار دے کر تعلیماتِ اہلبیتؑ کی روشنی میں اُن کی صحیح نوعیت پیش کر دی جائے ورنہ دراصل مقامِ حقیقت میں وہاں ذات ہی ذات ہے۔ اس کے علاوہ صفات کوئی چیز نہیں ہیں اور آثارِ کمال کے لحاظ سے پھر اس کے صفات کا حد و حصر ہی ممکن نہیں۔ آٹھ کی تعداد قرار دینے کے کیا معنی؟

صفاتِ سلبیہ

یہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ خالق کی ذات میں نیستی کا گزر نہیں اور تمام نقائص نیستی سے وابستہ ہیں، اس لیے اس کی ذات تمام نقائص سے بری ہے۔ ذیل کی باتیں نقائص میں سے ہیں اس لیے وہ ان سے بری ہے۔

(۱) جسمیت

جسم محدود، پابندِ سمت و جہت، محتاجِ مکاں اور مرکب ہوتا ہے۔ یہ تمام باتیں بے نیاز خالق کی شان کے خلاف ہیں اس لیے یہ ماننا ضروری ہے کہ وہ جسم نہیں ہے۔

(۲) مرکب نہیں

جو مرکب ہوگا وہ اجزا کا محتاج ہوگا اس لیے جو ذات واجب الوجود اور قدیم و ازلی ہو وہ مرکب نہیں ہو سکتی۔

(۳) مکان نہیں رکھتا

مکان میں وہ ہوتا ہے جو جسم ہو اور محدود ہو۔ یہ نفی

maablib.org

جسمیت ہی میں کہا جا چکا کہ وہ ہر قسم کی احتیاج سے بری ہے اس لیے اُسے لامکاں ماننا ضروری ہے۔

(۴) حلول نہیں

حلول کے معنی یہ ہیں کہ ایک شے دوسرے کی صفت بن کر وجود میں آئے جیسے سیاہی جسم میں۔ اس صورت میں وہ اس دوسرے کی محتاج ہو گی جس میں اس کا حلول ہے اور خالق ہر قسم کی احتیاج سے بالاتر ہے لہٰذا اس کا حلول کسی شے میں ممکن نہیں۔

(۵) اتحاد نہیں

اتحاد کے معنی یہ ہیں کہ دو چیزیں ایک ہو جائیں اس طرح کہ اشارہ جو اس کی طرف کیا جائے وہ اس کی طرف بھی ہو۔ خالق کے سوا ہر شے ممکن، حادث اور محتاج ہے۔ اگر ذات خالق اس کے ساتھ متحد ہو جائے تو وہ بھی ان نقائص سے آلودہ ہو جائے گا اور یہ ممکن نہیں ہے۔

(۶) مرئی نہیں

مرئی یعنی جو آنکھ سے دکھائی دے وہ اس چیز کا رنگ اور شکل ہوتا ہے جو از قبیل اجسام ہو اور مکان و جہت میں محدود ہو۔ خالق نہ جسم ہے نہ مکان و جہت میں محدود ہے، نہ اس کے لیے رنگ

اور شکل ہو سکتی ہے پھر اس کی رویت کیونکر ممکن ہے۔

اس کو نہ دیکھ سکنا اگر ہمارے "تاب نظارہ" کی کمی سے ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ کبھی ہم اتنا ترقی کر جائیں کہ اُسے دیکھ سکیں لیکن جبکہ یہ اس کی ذات کی بلندی کے سبب سے ہے تو اس میں دنیا و آخرت، آج اور قیامت کی تفریق کے کوئی معنی نہیں کیونکہ اس کی بلندی و کمال ذات پر زمان اور مکان کے تفرقہ کا اثر پڑنا غیر ممکن ہے۔

(۷) محل حوادث نہیں

یعنی اس کی ذات تغیر سے بری ہے کیونکہ تغیر شان امکان ہے (اور امکان ذات واجب کے خلاف ہے۔

(۸) صفتیں اس کی ذات سے علٰحدہ نہیں

اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

اسم ذات

وہی خالق کائنات جو واجب الوجود ہر طرح کے کمال کا مرکز اور ہر قسم کے نقص سے بری ہے اسی کا خصوصی نام اللّٰہ ہے جس سے سوا اس کے کسی دوسرے کا موسوم کرنا صحیح و جائز نہیں ہے۔

maablib.org

توحید کے عملی اثرات

"توحید" ہمارے نظام زندگی کی اصل اصول اور بنیاد اساسی ہے اس سے تمام عالم انسانیت کے لئے ایک مشترک نقطہ کا یقین پیدا ہوتا ہے جو سب کا مرکز قرار پائے، ہزار در ہزار نسل، وطن، قوم اور رنگ وغیرہ کے تفرقوں کے باوجود اس ایک ہستی کے اقرار سے جو سب کا خالق اور معبود ہے دُنیا ایک نظام میں منسلک ہوجاتی ہے۔

اس کے علاوہ یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہم مطلق العنان نہیں ہیں اگر ہر ایک شخص ذاتی خواہشوں کا غلام ہو جائے تو چونکہ ہر ایک کی خواہش اور طبیعت کے تقاضے الگ الگ ہیں لہذا ان میں تصادم لازمی ہے مگر یہ سمجھنے کے بعد کہ ہم سب ایک حاکم کے فرماں بردار ہیں جس کے مقاصد کی تکمیل ہم میں سے ہر ایک کا فریضہ ہے اور اس کے مقاصد تمام نوع انسانی کی بہبودی کے متعلق متحد ہیں تو اس کے بعد ہم سب کا آہنگ عمل بھی بہبودی کائنات میں متحد ہونا چاہیئے۔

وہ حاکم کیسا ہے؟ حاظر و ناظر یعنی ہر جگہ موجود اور ہر بات کا جاننے والا۔ اس سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ انسان کوئی بات

اکیلے میں بھی اُس کے قانون کے خلاف بجا نہ لائے۔ کسی کام کو چوری چھپے کرکے مطمئن نہ ہو جائے کہ کسی نے نہیں دیکھا کیونکہ کوئی اور دیکھے یا نہ دیکھے وہ بہر حال دیکھ رہا ہے جو ہمارا حقیقی حاکم ہے اور اصل میں جس کا پاس اور لحاظ ہونا چاہیئے۔

وہ ایک اکیلا ہے یعنی کوئی اس کے مقابل میں نہ نفع کا مالک ہے نہ ضرر کا لہذا ہمیں بس اُسی کی رضامندی کی فکر کرنا چاہیئے اور وہ رضامندی صرف نیک باتوں اور رفاہ عام کے کاموں سے حاصل ہوتی ہے اور اس کی ناراضگی سے اندیشہ کرنا چاہیئے اور وہ صرف بری باتوں اور فساد و شرارت میں ہے اس لیے کسی باطل کے دباؤ، کسی برائی کے محرک اور کسی غلط مشورہ دینے والے سے مرعوب اور متاثر نہ ہوں۔

اللہ کی طاقت ہر ایک سے غالب ہے اس لیے اس کے مقابل کوئی طاقت ہرگز قابل لحاظ نہیں ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے اس لیے کسی دشوار منزل کو اس کے مقاصد کی راہ میں ناممکن نہ سمجھنا چاہیئے۔ وہ ہر کمزور کا آخری سہارا ہے، اس لیے اپنی کمزوری سے ناامید ہونا غلط ہے۔

اس عقیدہ سے ایک وسیع انسانی برادری کی تشکیل ہوتی

ہے جن میں سے ہر فرد دوسرے کے ساتھ اخوت و مساوات کا احساس رکھتی ہو اور سب ایک نصب العین پر گامزن ہوں۔ سب اپنی خواہشوں کو بلند مقاصد کی راہ میں فنا کر دیں اور انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بہر حال اس کی رضا کے طالب رہیں اور کسی وقت قانون کے احترام کو ہاتھ سے نہ دیں اس جماعت کے افراد میں خودداری ہو کہ وہ کسی مادی طاقت کے سامنے سر نہ جھکائیں، بلند حوصلگی ہو کہ کسی دشوار مقصد کو ناممکن نہ سمجھیں اور اعتماد ہو کہ جس سے کبھی اپنے دل میں یاس کا گزر نہ ہونے دیں۔

لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

اسلام کا کلمۂ توحید مذکورۂ بالا تمام اثرات کا اصل سرچشمہ ہے اس میں اللہ کے سوا ہر ایک کے معبود ہونے کی نفی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کے سوا نہ کسی دوسرے کو خالق و رازق اور اس کے بالمقابل کائنات کا انتظام کرنے والا مانتے ہیں اور نہ اس کے مقابلہ میں اور اُس کے احکام کے برخلاف کسی دوسرے کے سامنے سر جھکانے کے لیے تیار ہیں۔ چاہے وہ پتھر، لوہے یا لکڑی وغیرہ کی مورتی ہو اور چاہے کوئی ظاہری جاہ و جبروت رکھنے والا

گوشت و پوست سے بنا ہوا انسان ہو۔

یہ وہی توحید کا عقیدہ ہے جو ایک مسلمان میں آزادی ضمیر کا محافظ ہے جو ہزار ظلم و تشدد کی زنجیروں میں بھی اس کی حرّیت کو برقرار رکھتا ہے اور جس کی وجہ سے اس کا غلام بنانا دنیا کی طاقت سے باہر ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کی تمام عملی پستی، تباہی اور غلامی کا راز حقیقت توحید سے ان کے بیگانہ ہو جانے کا نتیجہ ہے۔

زبان پر کلمہ لا اِلٰہ اِلّا اللہ جاری ہو جانے سے ظاہری طور پر تو اسلام حاصل ہو جاتا ہے مگر حقیقی اسلام و ایمان اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ جب اس کلمہ کی توحید کی حقیقت ذہن میں راسخ ہو۔

حضرت اقدس الٰہی ہمیں اور سب مسلمانوں کو عملی طور پر موحد ہونے کی توفیق کرامت فرمائے۔ والسلام

علی نقی النقوی

۵/ج ا ۱۳۷۳ھ

پبلشر مرزا حیدر حسین اسسٹنٹ سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ